سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۳۱۱

رسالہ عزاداری



از

نجۃ العلماء مولانا سید کاظم صاحب قبلہ نقوی (نجف اشرف)

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۲۰ نئے پیسے

محصول ۸ نئے پیسے

تعارف

حقانیت مذہب پر دلائل تو برابر پیش کیے جاتے رہے ہیں مگر یہ رسالہ ایک ایسے سوال کا جواب ہے جو دور حاضر میں اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ مذہب کی ضرورت زمانہ قدیم میں تھی مگر موجودہ ترقیوں کے دور میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی مسلمہ ذہنی اور قلمی توانائی کے ساتھ اس سوال کا مضبوط و مستحکم جواب تحریر فرمایا ہے۔

امید ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کی کثیر کاپیوں کو خرید کر ان حلقوں میں تقسیم فرمائیں گے جن میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ والسلام

خادم ملت

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

لکھنؤ

(محرم ۱۳۸۰ھ)

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کی ضرورت

اہل مغرب کا خیال ہے کہ عصر حاضر کا انسان مذہب سے بے نیاز ہے وہ دن بیت گئے جب انسان دین کا محتاج تھا۔ انھوں نے حیات انسانی کے سلسلہ دارتین دور قرار دیئے ہیں۔ دور جہالت خرافت دور مذہب و دیانت دور علم و معرفت۔

مغرب مذہب دشمنی کی اس راہ پر اپنی طبعی رفتار سے نہیں گیا ہے۔ اس کا باعث وہ عظیم کش مکش ہے جو علم و کلیسا کے درمیان یورپ میں کبھی ہو چکی ہے۔ اس تصادم نے انھیں ایک ہمہ گیر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ان کو اہل کلیسا کی تنگ نظری نے سرے سے مذہب کے نام سے بیزار بنا دیا۔ وہ سمجھے کہ دین الحاط و پس ماندگی خرافت و رجعت پسندی کا دوسرا نام ہے یہ میل اہل مغرب کی اکثریت اپنے ساتھ بہالے گئی۔ سارے ماحول پر تمام و کمال مادیت و الحاد کا رنگ چڑھ گیا۔

مذہب دشمنی کی اس وبا کا دائرہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا چلا گ
رفتہ رفتہ مسلمان بھی کہنے لگے کہ ترقی و کامیابی کا خواب بلا مذہب
سے جدا ہوئے شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہمیں مغرب کی طرح دین
کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھنا چاہیئے اسلام ایک کہنہ و فرسو
مذہب ہے۔ علم و سائنس کے موجودہ روشن زمانہ میں اسلام کی چنداں
ضرورت نہیں ہے ہر شئے کی ایک معین عمر ہوتی ہے اسلام اپنی زندگ
کے دن پورے کر چکا ہے اُسے حیات انسانی کی تعمیر میں جتنا حصّ
لینا تھا وہ لے چکا اب اسلام کی جگہ علم نے لے لی ہے اس کا دائرہ
ہدایت مذہب سے وسیع تر ہے۔

درحقیقت یہ آوازیں اُنھیں لوگوں کے دہن سے نکلتی ہیں جو
اسلام کے اساسی مقاصد سے کامل واقف نہیں ہیں انھوں نے
اسلامی مطمح نظر کا دائرہ بہت تنگ اور مختصر فرض کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ان مفروضہ مقاصد میں جس حد تک
کامیابی ہو سکتی تھی ہو چکی مزید توقع فضول ہے۔

اسلام بُت پرستی کا سدباب کر کے انسان کے سر کو خدائے
یکتا کی بارگاہ میں جھکانا چاہتا تھا اپنے مقصد میں اسے کامیابی حاصل ہو چکی اس
کے آنے سے پہلے عرب متفرق باہم دست و گریباں قبائل میں

منقسم تھے اسلام نے الفت و برادری کے جذبات پیدا کر کے
انھیں ایک قوم کی شکل دے دی۔ شراب نوشی، قمار بازی،
جنگ جوئی اور دختر کشی اُن کا عام مشغلہ تھا اسلام نے انھیں
ان عادات سے روکا۔ کہیں کامیابی ہوئی کہیں نہیں ہوئی۔
اس کے معنے یہ ہیں اسلامی تحریک اپنے نقطہ انتہا تک
پہونچ چکی ہے اس کے مختتم نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں
ضرورت ہے کہ اب ہم اپنے موجودہ مسائل زندگی کے حل میں
تازہ علمی اصول و مبادی کو رہنما قرار دیں۔

آج کل کا ذہنی بہاؤ اسی سمت میں ہے یہ خیالات صاف
بتلا رہے ہیں کہ دنیا ابھی اسلام کے بنیادی مطمح نظر سے
ناآشنا ہے آیئے ہم اور آپ مل کر روح اسلامی کو سمجھنے کی
کوشش کریں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام نام ہے ہر اُس
اقتدار ارضی سے آزادی کا جو انسان کو راہ خیر میں ترقی
سے روکے اسلام نام ہے ان ہوسناک انسان نما شیطانوں
کے شکنجۂ اقتدار سے نجات کا۔ جو نوع انسانی کو ڈرا دھمکا کر
اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں وہ جن کے شاہانہ احکام حق و
انصاف سے پوری ٹکر لیتے ہیں وہ جو انسانوں کی عزت

نفس، خودداری، آزادی فکر، جان و مال پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔
اسلام ان باطل طاقتوں کے مقابل ذہن انسانی میں خدائے
مالک الملک کا تصور پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی
شخصیت کا شناسا بتاتا ہے کھلی لفظوں میں اُس کا اعلان
ہے کہ انسان پر خدا کے علاوہ کسی کو حکومت کا حق نہیں
ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام لا الہ الا اللہ کے ذریعہ
فقط چوب و سنگ کے بنے ہوئے بتوں کی معبودیت کا انکار
کرتا ہے۔ نہیں اسے اللہ احد کے سوا کسی طاقت کے سامنے
انسان کا جھکنا پسند نہیں ہے۔ اسلام خدا کی بارگاہ میں بھی
سر جھکانے کی دعوت نہ دیتا اگر یہ انسان کی شرافت نفس کا
ذاتی تقاضا نہ ہوتا۔

آج جب کہ مسلمان کو اپنے دام بندگی میں اسیر کرنے کے لیے
ہر طرف سے ڈورے ڈالے جا رہے ہیں آج جب کہ سارے
اسلامی ممالک بیرونی طاقتوں کے رحم و کرم پر زندگی کے دن
کاٹ رہے ہیں۔

آج جب کہ مسلمانوں کی ذاتی دولت ڈھونڈھو کر دول خارجیہ
اپنے گھروں کو بھر رہے ہیں۔ آج جب کہ سرمایہ دار مزدوروں

کا خون چوس کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

آج جب کہ استعمار کی جڑیں اکثر مسلمان ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں کیا اسلام کے اس اعلان کو دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان پیدائشی طور پر ہر اقتدار ارضی سے آزاد ہے؟

یہی وقت ہے کہ ہم وحدت اسلامی کے جھنڈے کے زیر سایہ خارجی طاقتوں کی کثافت سے اپنی زمین کو پاک کر دیں اُن کے خبیث و منحوس پنجۂ اقتدار سے اپنی جان و مال، عزت و آبرو، عقیدہ و فکر کو چھڑا لیں۔

یقیناً اس اقدام سے نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا بلکہ سارے عالم کے واسطے امن و سلامتی کا یہ پیغام ہوگا۔ اس وقت تمام دنیا دو بڑے متخالف طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اشتراکیت و سرمایہ داری یہ دونوں برابر کی قوتیں ہیں جو ہمہ وقت باہم دست و گریباں ہیں۔ ان کے درمیان تصادم و رقابت اس کمزور طبقہ کی بدولت ہے جس پر ہر ایک اپنا اثر و نفوذ قائم کرنا چاہتا ہے اگر عالم اسلامی اپنا کھویا ہوا حقیقی استقلال واپس لے لے تو اس سے دُہرا فائدہ ہوگا ایک یہ کہ ان دونوں متخالف عنصروں کے لیے وجہ رقابت باقی نہ رہے گی۔ دوسرے یہ

کہ کبھی تصادم کمزور قوی کے درمیان نہیں ہوتا ہے دانش مند حریف مقابل میدان میں اسی وقت اُترتے ہیں جب دونوں کی طاقت ایک دوسرے کے لگ بھگ ہو۔ یہ تیسرا طبقہ اُن متصادم قوتوں کے توازن کو برابر نہیں ہونے دیگا۔ وہ جس کی طرف جھکے گا اسی کا پلہ گرانبار ہو جائے گا۔ اسی طرح امن عالم برقرار رہے گا اور نوع انسانی ہوس و اقتدار کی آگ کا ایندھن نہ بن سکے گی۔

اسلام وہ حریت پسند مذہب ہے جو کسی بیرونی طاقت کا کیا ذکر انسان کو خود اُس کی نفسانی خواہشوں کی غلامی میں بھی نہیں دینا چاہتا اس کی سچی تمنا ہے کہ انسان جذبات ہوا و ہوس کے ساتھ خواہش ذلیست تک کی قید و بند سے آزاد ہو جائے اس کی نظر میں اس زندگانی دنیا کی اپنی حریت ضمیر کے مقابل کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

باطل قوتیں انسان کا سر اپنے سامنے جھکانے کے لیئے اُس کے نفسانی خواہشات کو بھی آلۂ کار بناتی ہیں۔ زر، زن، زمین کی طمع دلا کر بھی ضمیر کی خریداری ہوتی ہے۔ حق سے منحرف کرنے میں جب تمام وسائل ناکارہ ثابت ہو جاتے ہیں تو آخر میں قتل

کی دھمکی دی جاتی ہے اسلام انسان کو ہمت دلاتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس تہدید و تخویف کے مقابل پسر انداختہ نہ ہونا چاہیئے سر جاتا ہے تو جائے لیکن وہ باطل کے سامنے نہ جھکے۔ انسان کو حفاظت حق کی خاطر ہر قربانی کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین (سورہ توبہ ۲۴)

"اے رسولؐ مسلمانوں سے کہدو کہ اگر تمھیں اپنے آباء اجداد اپنے بچے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے اعزاء، اپنی کمائی ہوئی دولتیں، اپنی تجارت جس کے ناکام ہونے سے تم ڈرتے ہو، اپنے پسندیدہ مکانات خدا اُس کے رسولؐ اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ چہیتے ہیں تو امر الٰہی و موت کا انتظار کرو خداوند عالم فاسقوں کو منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہونچائے گا"

بے شک نفس انسانی نگاہ خالق میں چونکہ اپنی جگہ باقیت ہے لہذا اسے ضائع نہ ہونا چاہیئے۔ اپنے نفس اور اس مقصد کے درمیان توازن کی ضرورت ہے جو قربانی کا طالب ہے موازنہ کے بعد

اگر پلۂ مقصد گرانبار نکلے تو انسان کا جان دے دینا حیات جاودان کا ضامن ہے۔

خواہشات نفسانی سے آزادی کی حمایت میں اسلام کے پیش نظر دو فائدے ہیں۔ ایک وہی کہ انسان طاغوتی و جبروتی طاقتوں کا آلۂ کار نہیں بنے گا بلکہ وقت آنے پر اُن کا پرشباب مقابلہ کر سکے گا دوسرے یہ کہ اُسے نفس کی تابعداری سے چھٹکارا پاکر اپنی اور اپنی قوم کی ترقی کے لیئے کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

جذبات کے دریا میں غرقاب انسان کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ میں نسبتہً لذات دنیا سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا ہوں وہ نہیں جانتا کہ یہی ہوس رانی عنقریب بدبختی و محتاجی کا ایک ایسا طوق اُس کو پہنا دے گی جس سے گلو خلاصی ممکن نہ ہوگی خواہش ہوس کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ہے اس میں برابر دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انسان کے فکر و عمل کی ساری توانائیاں اُنھیں خواہشات کی شکم پری میں صرف ہوتی ہیں وہ ایک بہیمانہ زندگی گزارتا ہے اسے جامعہ انسانی کے مسائل سے نہ کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے

اور نہ وہ اس بارے میں کچھ کر سکتا ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ عیش و عشرت کی دلدادہ قومیں انسانیت کی کبھی کوئی خدمت نہیں کر سکیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی کے بجائے آخر میں انھیں اپنی آزادی تک سے دست بردار ہونا پڑا۔ روم، یونان اور فارس کے اقبال و حشم کو کس نے لوٹا۔ گزشتہ جنگ عظیم میں بلند و بالا دعوے کرنے کے بعد فرانس کا کیا حشر ہوا، تاریخ دول و اقوام میں ایک دو نہیں سیکڑوں مثالیں ملیں گی ہوا و ہوس کی بندگی کے بعد کوئی قوم پنپ نہیں سکی

یہی راز تھا کہ اسلام نے خواہشات نفسانی سے انسان کو آزادی دلانے میں پوری کوشش کی۔ اس کے لیے ایک راستہ یہ تھا کہ وہ زندگی کی تمام لذتوں پر قدغن کر کے انسان کو ان سے محروم کر دیتا ہے اسلام نے اس راہ کو اختیار نہیں کیا اس نے ہر شخص کو لذات حیات کی ایک معقول مقدار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی۔ کلوا و اشربوا ولا تسرفوا کھاؤ پیو مگر حد سے زیادہ نہ بڑھو" اس کے ساتھ مذہب نے ہدایت کر دی کہ تمھاری ذہنی و عملی ساری طاقتوں کو نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور اعلاء کلمہ حق میں صرف ہونا چاہیئے فرد و جماعت کے

حقوق میں توازن کا یہ وہ بلند نظریہ ہے جس کا تن تنہا مالک بس اسلام ہے۔

کیا انسان نفسانی خواہشوں کے شکنجہ سے اب نکل آیا ہے؟ کیا اس کی صلاحیت و توانائی کا بیشتر حصہ جامعہ بشریت کے سود و بہبود میں صرف ہونے لگا ہے؟

یقیناً ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اسلام چودہ سو برس پہلے کے انسان کا دستور حیات ہے موجودہ مشکلات زندگی کے حل میں ہمیں اس کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کے غیر ضروری ہونے کا نعرہ بلند کرنے والوں نے یہ مانا ہے کہ وہ جہالت و خرافت کے دور کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس نے نوع انسانی کو جہالتوں اور خرافتوں سے نجات دی ہے ان کی نوعیت مختلف تھی۔ بعض عوام کی تراشی ہوئی تھیں اور کچھ احبار و رہبان کے اختراع ذہن تھیں۔ انسانیت کا سر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے چوب و سنگ کے بے شعور بتوں کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اسلام نے بشریت کا سر بلند کر دیا۔ اس نے حقائق کائنات میں غور و فکر کی دعوت

دی۔ وہ منفرد دعوت جس میں عقل و مذہب اور علم و دین کے درمیان
کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ اب نہ ایمان باللہ کے معنے خرافت و
جہالت کے ہیں اور نہ حقائق علم کا ماننا کفر باللہ کے مرادف ہے
اسلام نے پہلی مرتبہ ذہن انسانی میں راسخ کیا کہ ہر وہ حقیقت
جس کا انسان انکشاف کرے اللہ کی توفیق و امداد کا نتیجہ ہے
اس لیے وہ شکر و عبادت کا مستحق ہے یہ سارا عالم اور اس کے
پوشیدہ فوائد انسان کے فائدہ اٹھانے کے لیے خلق ہوئے ہیں۔
جہالت و خرافت غیر معقولیت و نامنطقیت کو کہتے ہیں اس
کا احاطہ بہت وسیع ہے جس سے انسان اس وقت بھی باہر نہیں
نکل سکا ہے۔ تقریباً نصف عالم ہندوستان چین اور مختلف
نقاط ارض میں بت پرستی کا آج بھی شکار ہے اس کے علاوہ
دنیا کا دوسرا نصف حصہ ایک دوسری خرافت میں مبتلا ہے
اس خرافت کا نام سائنس ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ سائنس علم و
معرفت کا زبردست ذریعہ ہے اس نے نوع بشری کو ترقی و
تمدن کی راہ میں بہت آگے بڑھایا ہے ہم سائنس کے مخالف
نہیں ہیں لیکن وسائل معرفت کو اسی میں محدود نہیں سمجھتے ہم اس
کو خدائے وحدہ لاشریک کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اہل مغرب نے

بشریت کی فکری جولانیوں کو میدان حواس میں محدود بنا دیا ہے جہاں بس علم تجربی کام کر سکتا ہے۔ یہ میدان اپنی جگہ بہت کشادہ سہی لیکن انسان کی نظری و علمی صلاحیتوں کے لیئے ناکافی ہے جب کہ انسان کی علمی قوت حواس کی چار دیواری میں محدود نہیں ہے تو دنیا کو کیوں اصرار ہے کہ ہر چیز کو ہم علم تجربی ہی کے ذریعہ مانیں گے یہی اصرار نامعقولیت ہے جس کا دوسرا نام خرافت و جہالت ہے دنیا کو ان خرافتوں سے آزاد ہونے کے لیئے اسلام کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عبودیت اصنام سے چھٹکارے کے واسطے تیرہ سو برس پہلے احتیاج تھی۔

حالیہ مسائل زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس کے لیئے دین اسلام میں ہدایات نہ موجود ہوں۔ اسلام محض عقیدہ کا دین، تہذیب اخلاقی اور دعوت فکری کا نام نہیں ہے وہ ایک مکمل قابل عمل دستور زندگی ہے۔ جس نے سیاسی، اقتصادی، معاشی اجتماعی ہر میدان میں نوع انسانی کی تشفی بخش رہنمائی کی ہے وہ منفرد رہنمائی جس میں فرد و جماعت علم و شریعت، عمل و عبادت، دنیا و آخرت باہم وابستہ و مربوط ہیں۔ یہاں موقع نہیں ہے کہ ہم نظام اسلامی کے متعلق مفصل بحث کر سکیں صرف چند اساسی

حقائق و نکات کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) اسلام محض فکری و نظری مذہب نہیں ہے وہ ایک نظام عملی ہے جو انسانی ضروریات و نفسیات کا جائزہ لے کر مرتب کیا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے اس نظام زندگی کی تشکیل میں ہر نقطہ پر اعتدال انصاف اور توازن کا لحاظ کیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے جسم و روح کے تقاضوں میں توازن قائم کیا۔ دونوں کے واسطے حدود معین کر دیئے۔ ان حدود میں ایک کو دوسرے کی مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ اسلام انسان کو نہ حیوان کی طرح مادی اور مطلق العنان بنانا چاہتا ہے اور نہ فرشتوں کی طرح خالص روحانی مادیت سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ انسان کے قدم ایسے وسطی نقطہ پر ہوں کہ جسم و روح کے درمیان کوئی کش مکش نہ ہونے پائے۔

اس کے بعد اسلام نے فرد و جماعت کے مطالبات میں باہم توازن قائم کیا۔ ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے۔ نہ ایک فرد دوسری فرد کے ساتھ زیادتی کر سکتی ہے۔ نہ جماعت کو فرد کی حق تلفی کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ نہ فرد جماعت اور اس کے

مفاد پر مسلط ہو سکتی ہے۔ نہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے حقوق
غصب کر سکتا ہے۔ نہ ایک قوم دوسری قوم پر ظلم و تعدی کی مجاز ہے
مذہب کا دستور اور اُس کے تعزیرات ان سب کے درمیان
تصادم سے مانع ہیں۔

انسان مختلف عناصر کا مجموعہ ہے۔ وہ مادی و اقتصادی
ضروریات کے ساتھ خالص روحانی و انسانی مقتضیات بھی
رکھتا ہے اس کے لیئے مفید ترین نظام حیات وہ ہوگا جو اس کی
زندگی کے ہر پہلو کی ہمہ گیر و جامع نگرانی کر سکے۔

نظام اشتراکیت انسان کی صرف اقتصادی و مادی مشکلات
کا حل پیش کرنے کا دعوے دار ہے۔ اس کے پاس اسکی روحانی
و انسانی پیاس بجھانے کا کوئی سامان موجود نہیں ہے۔ یوں تو
اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب انسان کے خواہشات روحانی
کی سیرابی کا اپنے ساتھ سامان رکھتے ہیں مگر وہ ہمارے ہاتھ
میں کوئی ایسا مکمل دستور نہیں دیتے جس کو ہم اپنے اقتصادی
اجتماعی اور سیاسی مسائل میں رہنما بنا سکیں۔

(۳) اسلام کے نظام اجتماعی و اقتصادی کو انفرادی و اعتقادی
حیثیت ہے۔ دنیا کے موجودہ نظاموں میں کوئی بتمام و کمال

اس کے مطابق نہیں ہے وہ سرمایہ داری و اشتراکیت کے مخالف تیسرا نظام ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کچھ اچھائیاں رکھتا ہے اور کچھ برائیاں۔ اسلام ان دونوں کے محاسن کا جامع ہے۔

اسلام میں فرد کو اساسی حیثیت نہیں دی گئی ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ فرد کے اوپر جماعت کے حقوق کو بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یوں ہی وہ مشرقی یورپ کی طرح جماعت کے مفاد پر فرد کو بھی قربان نہیں کر سکتا۔ وہاں فرد ہذا میں محض ایک حقیر ذرہ ہے۔ وہ جماعت سے اپنے حقوق کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں رکھتی ہے۔ یقیناً حریت فرد کی یہ حد بندی اس کی آزادی کو بحال رکھنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زر، زن، زمین اکثر و بیشتر مفاسد کی اصل اصیل ہے۔ نوع انسانی کو ان خاروں سے بچانا ضروری ہے اس کے لیئے اس کے جنبۂ انسانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی تدبیر نکالنا چاہیئے انسان کا جوہر امتیاز یہی ہے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ برائیوں سے بچنا۔ بلاشبہ اشتراکیت اس کو سرمایہ داری کے مفاسد سے بچاتی ہے

لیکن انسان کی قوت اختیار کو چھین کر۔ بھلا بتایئے اس میں انسان کی خصوصیت کیا۔ اس طرح تو جانور کو بھی برائی سے روکا جا سکتا ہے۔

اس کے بالمقابل اسلام ایک فطری، معتدل اور متوازن نظام ہے اس کو فرد و جماعت دونوں کے حقوق کا لحاظ ہے۔ وہ فرد کی محدود آزادی کا قائل ہے وہ اس کی قوت اختیار کو سلب نہیں کرتا ہے۔ بے شک اس نے اپنے اقتدار اعلیٰ کے نمائندہ کو نگراں بنا دیا ہے کہ وہ قانون عدالت اجتماعیہ کا نفاذ کرتے ہوئے فرد کو جماعت پر مسلط نہ ہونے دے اس کے نزدیک ہر شخص وہاں تک آزاد ہے کہ اس کی شخصی آزادی دوسروں کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ اس کی بابت تاریخ میں پیغمبر اسلام کے ارشادات اور آپ کے فیصلے محفوظ ہیں۔ سمرۃ ابن جندب کا مملوک درخت ایک مرد انصاری کے گھر میں تھا۔ سمرۃ بلا اجازت حاصل کیے اپنے درخت کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ انصاری نے سمرۃ سے کہا کہ آواز دے کر گھر میں داخل ہوا کرو۔ انھوں نے انکار کیا۔ بات جناب رسالت مآبؐ تک پہونچی۔ آپ نے سمرۃ

سے فرمایا کہ اجازت لے لیا کرو، انھوں نے قبول نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم اس درخت کو فروخت کر ڈالو۔ سمرہ راضی نہیں ہوئے رسولؐ نے یہ دیکھ کر سمرہ سے فرمایا "اراک یا سمرۃ الا مضارا" سمرہ تم دوسرے کو ضرر پہونچا رہے ہو۔ پھر آپ نے اس مرد انصاری کی طرف مخاطب ہو کر حکم دیا۔ "اذھب فاقلعھا وارم بھا وجھہ فانما لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ جاؤ اس درخت کو اکھاڑ کر اس کے منہ پر پھینک دو کیونکہ اسلام کسی ضرر رسانی کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔"

ایک دو نہیں نظام اسلامی میں بکثرت موارد ملتے ہیں۔ جہاں اس نے مفاد اجتماعی کو منفعت شخصی پر مقدم کیا ہے اس نے ظلم کی مطلقاً اعانت کو حرام قرار دے دیا خواہ انسان کو اس سے کیسا ہی عظیم شخصی فائدہ ہو رہا ہو۔ اموات کی تغسیل و تکفین و تدفین پر اجرت لینے کی ممانعت کر دی۔ نماز میں اذان اطلاع عام کے لیئے کہی جاتی ہے۔ شریعت نے اسکی اجرت کو ناجائز کر دیا۔ قاضی دوسروں کے قضایا کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے لیئے اس سلسلہ میں رشوت کا کیا ذکر اجرت تک لینا جائز نہیں ہے۔ صاحبان اقتدار کے لیئے کمزور عوام کے اموال پر

قبضہ کر لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسلام ان کے دیے ہوئے تحفہ، عطیہ اور انعام کا لینا حرام سمجھتا ہے۔

عام دستور ہے کہ جب کوئی چیز بازار میں نایاب ہونے لگتی ہے تو سوداگر اُس کو ذخیرہ کر لیتے ہیں وہ انتظار کرتے ہیں کہ جب یہ بازار سے بالکل مفقود ہو جائے گی تو قیمت بڑھا کر فروخت کریں گے۔ اصطلاحاً اس عمل کو احتکار کہتے ہیں اسلام کو یہ بیجا نفع اندوزی پسند نہیں ہے وہ ان تاجروں کو بیچنے پر مجبور کرتا ہے اس کے لیے یہ ناقابل تحمل ہے کہ چند آدمیوں کے فائدہ کی خاطر پوری جماعت کو پریشانی میں دیکھے۔

نوع انسانی کو یہ ہدایات اسلام نے اُس وقت کیے جب عدالت اجتماعیہ کا کوئی مفہوم اُن کے ذہن میں نہ تھا اس نے اس نظام اقتصادی کی تشکیل و تدوین اُس وقت کی جب ان کے دماغ اس کے تصور سے بالکل سادہ تھے۔

انسان اپنے تمام علم و معرفت کے بعد عالم اجتماع و اقتصاد میں دو نظام پیش کر سکا ہے۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت اسلام اپنی جامعیت کی بدولت ان دونوں سے برتر ہے۔

کارل مارکس نے انسان کی بنیادی ضرورتوں کا ذمہ دار

حکومت کو قرار دیا ہے۔ غذا، جائے سکونت اور جنسی سیرابی کا انتظام اُس کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ یہ اسلام کے تیرہ سو برس پہلے منشور عام پیغام کا ایک جز ہے۔ رسول اسلام کا اعلان ہے۔ من کان لنا عاملا ولم یکن لہ زوجۃ فلیتخذ زوجۃ ولیس لہ مسکن فلیتخذ لہ مسکنا ولیس لہ خادم فلیتخذ لہ خادما ولیس لہ دابۃ فلیتخذ لہ دابۃ۔

"جو شخص ہمارا کام کرے اور نا کتخدا ہو اُس کی شادی ہونا چاہیئے۔ رہنے کے واسطے گھر نہ ہو تو اُس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ خادم اور سواری کی ضرورت ہو تو وہ مہیا کرنا چاہیئے۔

یہ کھلا ہوا عام ارشاد ہے۔ اس میں حکومت کے وہ تمام ملازمین داخل ہیں جو مختلف شعبوں میں خدمات پر مامور ہوں۔ یہ ان عمال کو بھی شامل ہے جو حکومت اسلامی کی طرف سے قائم کردہ کارخانوں میں کام کریں۔ یہ اشتراکیت کا وہ رُخ ہے جو نظام اسلامی کے موافق ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتوں میں دونوں کے درمیان شدید تصادم بھی ہے۔

نظام اسلامی کے یہ چند پہلو تھے جن کی بابت اجمالاً کچھ عرض کیا گیا۔ انصاف کیجئے کہ وہ مذہب جو حیات بشری کے

اس چوڑے چکلے میدان کا مکمل احاطہ کیے ہو۔ وہ مذہب جو نوع انسانی کے افکار و خیالات، اعمال و عبادات، اقتصادیات و اجتماعیات، سیاسیات و معاشیات کا جامع و دستور العمل ہو کیا اُس سے دنیا کبھی بے نیاز ہو سکتی ہے؟

آج جب کہ امریکہ اور جنوبی افریقہ میں قومی عصبیت نے وحشیانہ شکل اختیار کر لی ہے اسلام کی شدید ضرورت ہے وہ اسلام جس نے تیرہ سو برس پہلے کالے اور گورے، غلام اور مالک کے درمیان عملاً مساوات کی مثال قائم کر دی۔ مساوات کا کیا ذکر اُس نے زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ کو مہاجرین و انصار کی فوج کا سالار بنا دیا۔ رسولؐ نے فرمایا اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ۔

آج جب کہ ہر طاقت ور سلطنت کا مطمح نظر ملک گیری بنا ہوا ہے کمزور انسانیت کی نگاہیں اسلام کے چہرہ پر ہیں۔ وہ اسلام جس نے نفع اندوزی کی خاطر ملک گیری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ دیکھیے رسولؐ اسلام مکہ معظمہ میں عظیم فوج کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں اہل مکہ کو اپنی سلطنت منوانے کے لیے نہیں

بلکہ اُن میں نشر دعوت کی غرض سے دنیا کے استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی جب رسولؐ اپنے خون کے پیاسوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اذھبوا انتم الطلقاء۔

آج جب دُنیا کی اکثریت سرمایہ داری کے مہلک مفاسد میں مبتلا ہے کیا اس نظام اسلام کی ضرورت نہیں ہے جس نے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کو حرام کر دیا ہے ان دونوں پر اس وقت سرمایہ داری کا دار و مدار تھا۔

آج جب کہ اشتراکیت کی وجہ سے مادیت و الحاد نے سارے عالم میں اپنا اثر قائم کر لیا ہے روحانیت اسلام کا پیغام سننے کے لیئے گوش بر آواز ہے۔ وہ نظام اسلام جو روحانیت کے چشموں کو خشک کیئے بغیر جماعت کے ان تمام اقتصادی ضروریات کی کفالت کر لیتا ہے جس کے لیئے نظام اشتراکیت کو اختراع کیا گیا ہے۔

آج جب کہ دُنیا خوفناک عالم گیر آتش جنگ سے سہمی ہوئی کھڑی ہے امن و سلامتی برقرار رکھنے کے لیئے ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کی آواز واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر سمٹ کر ایک جھنڈے کے نیچے آجائیں

اس تیسری قوت کے وجود میں آجانے کے بعد امریکہ اور روس کے درمیان تصادم کا امکان کم ہو جائے گا۔ یہ خیال خام ہے کہ دُنیا کو اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ بشریت اپنے حال و مستقبل میں اسلام کی اُسی طرح محتاج ہے جس طرح ماضی میں تھی۔

سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام

مکمل سٹ اُردو قیمت عصہ ۱۲ر محصول ۹ر

" " انگریزی " " ۸ر " ۱۲ر

" " ہندی " " ۸ر " ۱۲ر

ملنے کا پتہ

سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنو